ہدایت سب سے بڑی ضرورت

از: محمد ضمیر رشیدی
وارثپورہ، کامٹی، ناگپور (مہاراشٹر)

ہدایت سب سے بڑی ضرورت اور سب سے بڑا مسئلہ آخرت ہے

دنیا میں انسان کی بے شمار چھوٹی بڑی ضرورتیں ہیں۔ روٹی، کپڑا، مکان، سواری، امن، صحت، نیند وغیرہ۔مگر انسان کی سب سے بڑی ضرورت ''ربانی رشد و ہدایت'' ہے۔ اس ضرورت سے اہلِ ایمان ایک لمحہ کے لیے بھی غافل ہونے کا تحمل نہیں کر سکتے۔ نیز اس کے حصول کے لیے وہ ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دے سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ اتنی بڑی اور اہم ضرورت ہے کہ اس کے بغیر انسان دنیا کی چند روزہ اور آخرت کی لامحدود زندگی میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہ ایسی ناگزیر ضرورت ہے کہ باوضو قبلہ رو ہر نماز میں دست بستہ صراط مستقیم کی دعا بارگاہ خداوندی میں کی جاتی ہے۔ اب جب کہ دنیا میں ہر چہار سو مادّیت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے اور ہر جگہ مادّیت کے بت کی پوجا ہورہی ہے، اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ربانی رشد و ہدایت کے حصول کے مقابلے میں دنیا کی اپنی ہر ذاتی چیز اور جان و مال کو بے قیمت ثابت کردیں یعنی مادیت کے بت کو دنیا کے چوراہے پر توحید کی زوردار ٹھوکر لگائیں؛ مگر اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس رشد و ہدایت کی اہمیت و ضرورت کو محض دعووں تک محدود نہ کریں؛ بلکہ اپنی عملی زندگی سے اسے ایک ثابت شدہ حقیقت بنا دیں کہ واقعی ان کے نزدیک ربانی رشد و ہدایت انھیں ان کی جان و مال سے بھی زیادہ عزیز و قیمتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرمانبرداری واطاعت اور اس کے راستہ کی جدوجہد انھیں انتہائی محبوب ہو جائے۔ اس کی ایک مثال صحابیِ رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے اس طرح ملتی ہے۔ یرموک کی لڑائی میں جب آپ قادسیہ پر حملہ کے لیے نہایت بشاشت سے لشکر لے کر پہنچتے ہیں تو اپنے مقابلے میں رستم کو خط میں لکھتے ہیں ''بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے، جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو''۔ الغرض

مادی لذات وتعیش کے نقشوں کوٹھکرا کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کرنا زندگی کی معراج ٹھہرے۔ مثلاً تہجد میں اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں آہ وزاری ہمیں نیند سے زیادہ محبوب ہو جائے۔ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے پلانے میں ہمیں لطف آرہا ہو۔ اپنی ضرورت کے اوقات میں کسی دوسرے بندگانِ خدا کوترجیح دے رہے ہوں، وغیرہ۔

کلمۂ طیبہ انسانیت کی نجات کا نسخۂ کیمیا

جب انسان کی دنیاوی ضرورتیں احسن طریقے پر پوری نہ ہوں تو وہ مسائل کی شکل و صورت اختیار کرلیتی ہیں۔ آج دنیا میں انسانوں کے سامنے بڑے بڑے مسائل ہیں؛ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بے شمار مسائل انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہیں۔ انسانوں کے بے شمار چھوٹے بڑے مسائل ہیں، جیسے بھوک، پیاس، جہالت، خوف، بدامنی، ناانصافی، بے روزگاری، ظلم، غربت وغیرہ۔ مگر سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہے۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا ان مسائل سے کبھی بھی خالی نہیں رہی؛ مگر حالات کو حکومت وسیاست کی طاقت، فوج، اکثریت، اسکیموں، منصوبوں، دستور اور قانون قاعدوں سے بدلنے کی محنت کرنا دنیا کے عام انسانوں کا شیوہ ہے اہلِ ایمان کا نہیں۔ اہل ایمان سارے انبیاء کی یکساں محنت کے مشترکہ نقطۂ آغاز یعنی قلوب کی صفائی سے ہی اپنی محنت کا آغاز کرتے ہیں؛ کیونکہ مسائل اور حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔ اعمال کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے۔ اعضاء وجوارح کا تعلق قلب سے ہے۔ قلب کا تعلق روح سے ہے اور روح اللہ کا امر ہے یعنی اس کا تعلق براہ راست اللہ جلّ شانہٗ کی ذات سے ہے۔ اگرچہ ترقی کے منازل طے کرکے انسان اپنی انگلیوں کے اشارے سے اس آسمان وفضاء، دشت وبیاباں، وصحراوسمندر وغیرہ میں اپنی سلطنت وحکومت قائم کیے ہوئے ہے اور پوری دنیا کو کنٹرول کرتا ہے؛ مگر جونہی اللہ کا امر اس کے جسم سے جدا ہوتا ہے، وہ ایک مشتِ خاک کا ڈھیر ہوکر رہ جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے ایک امر میں کتنی طاقت پوشیدہ ہے۔ چونکہ قرآن مجید اللہ کے اوامر کا خزانہ ہے اور اس کی تشریح حدیث پاک ہے۔ لہٰذا اگر انسان قرآنی اوامر پر عمل پیرا ہوجائے بالفاظ دیگر اپنے جسم میں موجود اللہ کے امر یعنی روح کا تعلق قرآنی اوامر سے قائم کرلے تو تائید ایزدی اس کے شامل حال ہوجائے۔ اور اس سے اس کی ذات میں بے انتہا طاقت پیدا ہوجائے۔ نیز وہ جس قدر اللہ کے اوامر سے مطابقت پیدا کریگا اسی قدر اس میں کائنات بشمول انفس (عالم صغیر) اور آفاق (عالم کبیر) کو مسخر کرنے کا اختیار پیدا ہو

گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کو اس کے رب سے اس کے کلام کے ذریعے سے جوڑ دیا جائے۔ ایسا کرنے سے انسان نیابت الٰہی پر فائز ہوسکتا ہے اور پھر دنیا کے بے شمار مسائل یونہی ختم ہوجائیں؛ کیونکہ یہاں دنیا میں انسان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والا بھی انسان ہے۔ انسان کے مال و جائداد پر ہاتھ صاف کرنے والا بھی انسان ہے۔ قانون بنانے والا، نافذ کرنے والا اور قانون کو توڑنے والا، عدالت میں فیصلہ کرنے والا بھی انسان ہے، وغیرہ۔

آج دنیائے انسانیت ہر روز اور ہر آن نت نئے مسائل سے حیراں و پریشاں ہے۔ جب تاجدار مدینہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم امتیوں کو ناخن کاٹنے، کھانے سونے، تجارت کے اصول، غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ اور میدان میں رہنمائی کی ہے تو کچھ عجب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائی کو بھلائی سے بدلنے، دشمن کو دوست بنانے، ظالم کو منصف بنانے اور جاہل کو عالم بنانے، خدا بیزار کو خداشناس بنانے، خوف کو امن سے بدلنے، ناری کو نوری بنانے وغیرہ کا طریقہ امت کو تفویض نہ کیا ہو۔ جس طرح شراب ام الخبائث ہے، اسی طرح کفر و شرک ام الامراض ہیں۔ ساری برائیاں اور شرور ان سے ہی جنم لیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”ہر چیز کے لیے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے مثلا کپڑے اور بدن کے لیے صابن، لوہے کے لیے آگ کی بھٹّی وغیرہ، دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔“ لا الہ الا اللہ، افضل الذکر ہے اور دنیا و آخرت کے سارے مسائل کے حل کی کنجی ہے اور یہی سارے انبیاء کی محنت کا خلاصہ اور حاصل ہے۔

شرک سب سے بڑا ظلم ہے!

مگر یہ کتنا بڑا ظلم اور جہالت ہے کہ اشرف المخلوقات انسان اپنے مالکِ حقیقی اور کریم و شفیق آقا کے ذکر سے بغاوت پر آمادہ ہے۔ عام انسان اپنے خلاف ہونے والے ظلم کو ظلم کہہ کر اس کے خلاف آواز اٹھارہے ہیں اور اس میں اہلِ ایمان کا کوئی استثناء نہیں؛ مگر ہم اہل ایمان کو دنیا میں کفر و شرک کی ارزانی ہونے کے باوجود چہرہ پر کوئی بل نہیں پڑتا جس کو رب تعالیٰ نے سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ آج دنیا میں ظلم و ستم اور ریشہ دوانیوں کو ایک مذہب، قوم، گروہ، سماج، قبیلہ، علاقہ کے مقابلے میں دوسرے مذہب، قوم، گروہ، سماج، قبیلہ، علاقہ کے نام سے متعلق کیا جاتا ہے؛ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ظلم و ستم کے بے شمار واقعات انسان خود اپنے ہی مذہب، قوم، گروہ، سماج، قبیلہ، علاقہ کے افراد کے مدِّ مقابل کرتا ہے۔ الحاصل یہ کہ

انسان اپنے جزوی فائدے کی خاطر کسی کو بھی نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتا۔لہٰذا نبی ورسول اسی ظلم وستم سے انسانوں کو روکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک انسان اپنے حقیقی خالق و مالک کو نہیں پہچانے گا ظلم وستم سے رک نہیں سکتا۔ ہر دور، ملک، علاقہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم بندوں کو نبی ورسول بنا کر انسانوں کی ہدایت وفلاح کے لیے بھیجا۔ نبی ورسول انسانوں کے مسائل کو براہِ راست حل نہیں کرتے تھے؛ بلکہ وہ ایک ہی جامع کلمہ ودعوت ”یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا“ (اے دنیا کے انسانو! کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے) پیش کرتے تھے۔وہ جانتے تھے کہ دنیا کے ہر قسم کا بگاڑ صرف مظہر ہے دل کے بگاڑ کا۔قتل وغارت، دھوکہ وفریب، زناکاری، بدکاری، قماربازی وغیرہ کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ انسانوں کے قلوب میں بگاڑ ہے۔جب قلوب میں قساوت پیدا ہوتی ہے تو انسانیت کے سوتے خشک ہوتے ہیں اور جب دل کی دنیا آباد ہوتی ہے تو انسانی بستیوں میں ہر طرف خیر وبھلائی چھاجاتی ہے۔گندگی کو دور کرنا ہے تو اس کے لیے شفاف اور پاک وصاف پانی یا کسی شئے کو استعمال کرنا ہوگا۔ ورنہ گندگی برقرار رہے گی؛ بلکہ مزید بڑھ سکتی ہے۔آج اہلِ ایمان کو بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے ببانگِ دہل یہی کلمہ بلند کرنا ہے کہ اے انسانو! تمہارے سارے مسائل کا حل اللہ پر ایمان لانے میں مضمر ہے۔یعنی اندرون کو بنائے بغیر بیرون کو سنوارنا ممکن نہیں!

پوری دنیا داعی کا میدان

اللہ ربُّ الناس ہے، قرآن ھدیً لِلنَّاسِ ہے، یہ امت اُخرِجَتْ لِلنَّاس ہے، آپ ﷺ ساری انسانیت کے لیے رحمۃٌ للعالمین ہیں۔ نیز حضرت آدمؑ کے ناطے ساری دنیا کے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پرائے نہیں؛ مگر چونکہ نبی ورسول ﷺ کی بعثت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اور سارے انسانوں کی ہدایت وفلاح اور نیک راستہ دکھانے کی ذمہ داری اہلِ ایمان کے کاندھوں پر ہے۔لہٰذا ساری دنیا داعی کا میدان ہے۔ ہر مؤمن دعوت کا مکلّف ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ اہل ایمان شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دیں یہاں تک کہ اتمامِ حجت کا حصول ہو جاوے۔ پوری انسانیت کی ہدایت کے حریص بن جائیں۔ خلاصۂ یہ کہ جب ہم ہدایت کو اپنی سب سے بڑی اور پہلی ضرورت کا درجہ دے کر اور آخرت کے مسئلہ کو سب سے بڑا مسئلہ سمجھ کر زندگی کی ازسرنو تشکیل وترتیب کریں گے تب کہا جا سکتا ہے کہ ہم میں دوسری اقوام کو ضم کرنے اور جذب کر لینے کی استعداد وصلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔